57

خدا کی مخلوق سے محبت خدا کی محبت کا ثبوت ہے

(فرمودہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۹ء)

حضور نے تشہد اور تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد آیت شریفہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۪ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۰۴) کی تلاوت کی اور فرمایا کہ:-

اسلام سب مذاہب میں سے ایک ہی مذہب تسلیم کرنا چاہیئے، جو ہر ایک چیز کے مدارج تسلیم کرتا ہے۔ عموماً لوگ مدارج کا خیال نہیں رکھتے۔ خود مسلمانوں میں سے بھی بعض نے قرآن کے اوپر پورا تدبر نہ کرنے اور ائمہ کے اقوال پر غور نہ کرنے سے کفر و ایمان کے درجات کی تقسیم سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ نہ یہ قرآن سے ثابت ہے نہ ائمہ کا یہ مذہب تھا۔ قطعاً کسی امام کا یہ مذہب نہ تھا کہ کفر و ایمان کے مدارج نہیں۔

قرآن شریف ہی وہ کتاب ہے۔ جو ہر چیز کے مدارج بیان کرتی ہے۔ انسان کے مدارج۔ تقویٰ کے مدارج تعلق باللہ کے مدارج۔ ایمان کے مدارج۔ کفر کے مدارج۔ نیکی اور بدی کے مختلف مدارج غرض ہر چیز کے مختلف مدارج ہیں۔ ایک اسلام کی ہی یہ تعلیم ہے جو ہر چیز کو اس کے مراتب اور اسکی حقیقت کیساتھ بیان کرتی ہے اور مذہب اس حقیقت کو نہیں سمجھے اور یہ اسلام اور دیگر مذاہب میں نمایاں فرق ہے۔

میں جس مضمون کی طرف آپ کی توجہ پھیرنی چاہتا ہوں۔ وہ بھی مدارج رکھتا ہے۔ اور وہ انسانی تعلقات کے مدارج ہیں جسطرح خدا کے انسان کیساتھ تعلق کے مدارج ہیں اسی طرح انسانوں کے آپس کے تعلقات کے بھی مدارج ہیں جس طرح خدا سے بہتر سے بہتر تعلق ہونا چاہیئے۔ ایسا ہی انسانوں میں بھی آپس میں ہونا چاہیئے۔ اسلام اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ انسان آپس میں دشمن نہ ہوں بلکہ اس سے زیادہ کا حکم دیتا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ جب

تم خدا کے دشمن نہیں تو کامیاب ہو گئے، بلکہ اسلام نہیں اس وقت نیکی کی راہ پر قدم زن قرار دیگا جب تم خدا کے دوست ہو گے۔ اسی طرح اسلام یہ نہیں کہے گا کہ تم لوگوں کے دشمن نہ ہو۔ کیونکہ یہ تو ایک ادنیٰ درجہ کی بات ہے۔ اصل یہ ہے، کہ تم لوگوں کے دوست ہو بہت لوگ خوش ہیں کہ وہ کسی کے دشمن نہیں۔ حالانکہ شریف کے دل میں کینہ نہیں ہوتا۔ یہ تو ایسا ہی فخر ہے۔ کہ ایک انسان کہے میں انسان ہوں، حالانکہ فخر کی بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے اعلیٰ درجہ کا انسان ہو۔ اگر کوئی شخص گدھوں اور کتوں میں کھڑا ہو کر فخر کرے کہ میں انسان ہوں۔ تو یہ اس کا فخر بجا ہوگا، لیکن ہوگا اس کے پاگل پن کی دلیل۔ کیونکہ گدھے اور کتے نہیں جانتے کہ فرق مراتب کیا ہے۔ ہاں انسانوں میں انسان کا دعویٰ فخر البتہ ایک بات ہوگی۔ سوائے اخلاقی لحاظ کے کہ بعض حالتوں میں انسان گدھے کے مشابہ ہوتا ہے بعض میں کتے کے، لیکن جسمانی لحاظ سے یہ حالت نہیں ہوتی۔ اور ایک انسان جسمانی حالت میں تنزل کر کے انسان سے گدھا یا کتا نہیں بن سکتا۔

پس عداوت ایک ایسا درجہ ہے کہ اس سے انسان اتر ہی نہیں سکتا۔ پس جو شخص اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کو کسی سے عداوت نہیں۔ اس کی یہ خوشی اور فخر ایسا ہی ہے۔ جو کوئی انسان کہے کہ میں گدھا نہیں۔ حالانکہ فخر تو اس پر ہونا چاہیئے کہ انسانوں میں سے اعلیٰ انسان ہے اور پھر فخر بھی وہ فخر جو تکبر والا نہ ہو۔

پس اگر انسان کو قابل فخر کوئی بات بناتی ہے۔ تو وہ دشمنی اور عداوت کا نہ ہونا نہیں۔ بلکہ وہ دوستی اور محبت و اخلاص اور پیار ہیں۔ یہ خوبی جائز فخر ثابت کرتی ہے کہ ایک انسان دوسرے انسانوں سے محبت و اخلاص کے تعلقات رکھتا ہے۔

تعلقات کے تین مدارج ہیں ان میں ادنیٰ اور ذلت و رسوائی کا درجہ دشمنی کا ہے۔ وہ دشمنی جو خدا کے لیے نہ ہو۔ اور جو دشمنی خدا کے لیے ہو۔ وہ دراصل دشمنی نہیں۔ محبت ہے۔ کیونکہ خدا کسی کا دشمن نہیں۔ اگر خدا کے لیے کسی سے بغض ہے تو وہ بغض و دشمنی نہیں۔ بلکہ اصلاح ہے اور یہ شخص مصلح ہے۔ ہاں جب اپنے لیے یا اپنے عزیزوں۔ بیوی۔ بچوں۔ دوستوں کے لیے ہے وہ تو واقعی بغض ہے۔ جو بدترین ذلت کا درجہ ہے۔ خدا کے لیے جو بغض ہے لغت کے لحاظ سے ہم اسے بغض اور دشمنی ہی کہیں گے۔ ورنہ درحقیقت وہ اصلاح ہے۔

اس درجہ سے اوپر کا درجہ یہ ہے کہ انسان کو نہ کسی سے دشمنی ہو۔ اور نہ کسی سے دوستی۔ جیسا کہ ریل میں دو آدمی بیٹھتے ہیں۔ ایک ایک کھڑکی میں دوسرا دوسری میں کہ نہ ان میں تعلقات دوستی ہوتے

ہیں نہ دشمنی۔ اس پر بھی فخر نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کو بھی اعلیٰ درجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ اس مقام پر کھڑا ہونے والا کہہ سکتا ہے کہ میں اعلیٰ درجہ پر ہوں کہ مجھے نہ کسی سے دشمنی ہے نہ دوستی۔ کیونکہ وہ شخص اپنے تئیں نیک اور متقی قرار نہیں دے سکتا۔ جو کہے کہ میں خدا کا دشمن نہیں۔ یہ کوئی نیکی نہیں۔ کیونکہ اس نے خدا سے جو نیکی کا سرچشمہ ہے کچھ تعلق نہیں رکھا۔ اسی طرح جو شخص اللہ کے بندوں سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ درحقیقت خدا سے بھی تعلق نہیں رکھتا۔

اسلام میں دو باتیں ہیں۔ بندوں اور خدا سے تعلق رکھنا، دشمنی رکھنا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ اور دشمنی و دوستی دونوں نہ رکھنا اس سے اوپر کا درجہ ہے۔ اور اس سے اوپر اور آخری درجہ ہے۔ خدا کے بندوں سے اخلاص اور محبت رکھنا، اور پھر اخلاص اور محبت کے بھی مدارج ہیں۔

قرآن شریف میں جو آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل: ۹۱) درحقیقت یہ تینوں درجے بھی محبت کے ہیں۔ عدل بھی درجہ محبت ہے اور احسان بھی اور ایتاء ذی القربیٰ بھی۔ ان تینوں کو حاصل کرنا چاہیئے۔

اگر اسلام کہتا ہے کہ آپس میں تنا غض نہ کرو۔ تو یہ نہیں کہ ان باتوں سے باز رہنا اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ بلکہ چونکہ یہ باتیں محبت کے دُور کرنے والی ہیں۔ اس لیے فرمایا، ان سے دُور رہو۔ یہ نہیں کہ یہی اصل مقصود ہیں۔ بلکہ اصل مقصود محبت و اخلاص ہے۔ بہت لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ جو لوگ بے تعلق رہتے ہیں۔ وہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کے دل میں خدا کی مخلوق کی محبت نہیں اور جو شخص خدا کی مخلوق سے محبت نہیں رکھتا وہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کو خدا سے محبت ہے، جو شخص اعتصام بحبل اللہ کرتا ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کی مخلوق سے بے تعلق ہو۔ اور اس کی محبت نہ ہو۔ اور اس کے لیے دل میں ہمدردی نہ ہو۔ اگر کوئی شخص محبت الٰہی کا دعوای کرتا ہو اور خدا کی مخلوق کی محبت و ہمدردی سے خالی ہے۔ وہ ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کو اسلام اور تقویٰ سے چنداں تعلق نہیں۔ خدا کی مخلوق سے ہمدردی اور محبت اور خدا کی محبت دونوں ایک چیز ہیں۔ الگ الگ نہیں۔ ہدایت ملتی تب ہے جب خدا کی مخلوق کی انسان کے دل میں محبت ہو۔ جب یہ نہ ہو۔ تو ہدایت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی ایک نظیر بھی نہیں مل سکتی، نہ نبی کی نہ ولی کی ان کو خدا سے محبت تھی، اور اس کی مخلوق سے دشمنی۔ اور وہ لوگوں سے بے تعلق تھے، یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک چیز سے واقعی پیار ہو، مگر اس کے متعلقین سے پیار نہ ہو۔ خدا سے جو محبت کرتا ہے، ممکن نہیں کہ خدا کی مخلوق سے نہ کرے اگر وہ خدا کی مخلوق سے بے تعلق ہے۔ تو اس کے دل میں خدا کی بھی محبت نہیں۔

قصہ مشہور ہے۔ خدا جانے کہاں تک درست ہے، کہتے ہیں کہ قیس لیلیٰ کی گلی میں چکر لگا رہا تھا۔ لیلیٰ کا کُتّا گزرنے لگا۔ قیس اس کو لپٹ گیا۔ اور اس کو پیار کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو پاگل ہے۔ قیس نے جواب دیا۔ مَیں پاگل نہیں، پاگل تم ہو۔ کیونکہ مَیں جو کُتّے کو پیار کرتا ہوں۔ تو اس لیے نہیں کہ یہ کُتّا ہے بلکہ اس لیے کرتا ہوں کہ یہ لیلیٰ کا کُتّا ہے۔ اسی طرح جس دل میں اللہ کی محبت ہے۔ اس کو اللہ کی مخلوق سے محبت ہے۔ اور جو شخص بندوں سے محبت و ہمدردی نہیں رکھتا۔ اسی قدر وہ خدا کی محبت سے خالی ہے، مگر وہ محبت خدا کے لیے ہو۔ جس طرح بغض جو خدا کے لیے ہو بغض نہیں ہے۔ اسی طرح جو محبت خدا کے لیے نہ ہو۔ محبت نہیں۔ بغض ہے۔ مثلاً ایک شخص بیوی۔ بچوں۔ عزیزوں اور قریبیوں سے محبت رکھتا ہے۔ یہ خدا کی مخلوق ہیں، لیکن ان کے لیے رشوت لیتا ہے چوری کرتا ہے۔ ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس کو بیشک خدا کی مخلوق سے محبت ہے، لیکن یہ محبت خدا کے لیے نہیں۔ اس لیے یہ محبت نہیں۔ کیونکہ درحقیقت یہ شخص اسی طرح اپنے نفس اور ان لوگوں سے دشمنی کرتا ہے۔ پس خدا کی مخلوق سے محبت ہو۔ اور خدا کے لیے ہو۔ تب ایمان ہوتا ہے۔ جبتک یہ نہ ہو۔ سمجھنا چاہیئے کہ خدا کی محبت اور ایمان میں بھی کمی ہے۔

ہماری جماعت میں اللہ تعالےٰ نے محبت کے تمام ذرائع کو جمع کر دیا ہے۔ ایک مرکز ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک مرکز سے تعلق رکھنے والوں کو آپس میں محبت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک مدرسہ میں پڑھنے والوں میں محبت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک لڑکے پر کوئی اُفتاد پڑے۔ تو دوسرے لڑکے اس کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یا مثلاً ایک گاؤں میں محبت ہوتی ہے۔ یا ملکوں اور ایک حکومت کے ماتحت رہنے والوں میں ہوتی ہے۔ یہ تو عارضی تعلقات ہیں، مگر جو خدا نے تعلق ہم میں پیدا کیا ہے۔ وہ ایک دائمی تعلق ہے۔ پس اگر تعلق کے باوجود بھی جو ایمانی ہے۔ ہم میں بے تعلقی ہو۔ تو اس سے بڑھکر اور کیا برائی ہو سکتی ہے بے تعلقی پر فخر نہیں کیا جا سکتا۔ خدا سے دشمنی نہ ہونا قابلِ فخر نہیں، بلکہ فخر اور تعریف کے قابل خدا سے دوستی اور محبت کا ہونا ہے۔ جس شخص کے دل میں عداوت ہو۔ وہ مسلمان نہیں۔ اور ہدایت سے دُور ہے۔ انسان کے لیے اچھا درجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں بھائیوں کی محبت اور اخلاص ہے۔ کیونکہ اسلام اور محبت لازم وملزوم ہیں۔ پس جب تک محبت نہ ہو انسان مسلم نہیں ہو سکتا۔

عداوت اسفل ترین درجہ ہے۔ اور بے تعلقی کہ نہ محبت ہو نہ عداوت۔ اس سے اونچا، مگر قابلِ فخر نہیں۔ محبت واخلاص اصل درجہ ہے۔ پس بغض وعداوت اور بے تعلقی اور اسلام جمع نہیں ہو سکتے۔

جو دونوں کو جمع کرتا ہے سخت غلطی کرتا ہے۔ خدا کی مخلوق سے کینہ اور خدا کی محبت ایک سینہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ عداوت گند ہے اور گند، اور خدا کی محبت جو ایک پاک ترین چیز ہے۔ جمع نہیں ہو سکتے۔ بے تعلقی اونچا درجہ ہے۔ مگر یہ بھی ایمان کے خلاف ہے۔

قرآن کریم میں اعتصام بحبل اللہ کا کلمہ ہے کہ تم بھائی بھائی ہو۔ بھائی بھائی بنے رہو ایمان کا نتیجہ بھائی ہونا ہے۔ عداوت نہیں۔ اس لیے جو شخص دوسرے سے ہمدردی نہیں رکھتا۔ اسکو اسلام میں داخل ہونے کے لیے ابھی بہت سا راستہ طے کرنا ہے۔ اور جب تک وہ اس راستہ کو طے نہ کرے اس درجہ ایمان اور تعلق باللہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔

مَیں نے بتایا ہے کہ جب تک جماعت میں محبت نہ ہو دیندار نہیں ہو سکتی۔ اب تک اس پر توجہ نہیں کی گئی۔ کیونکہ لوگوں نے خیال کر لیا کہ آپس کی محبت ایک دنیا دارانہ فعل ہے۔ اس کو دین سے تعلق نہیں۔ نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ حج کریں اور اشاعت اسلام کریں۔ لیکن یہ ایک غلطی اور غلط فہمی ہے۔ قرآن کریم نے آپس کی محبت و ہمدردی کو حصہ دین قرار دیا ہے۔ پس جو شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن اس کی مخلوق سے لاپرواہ ہے یعنی اس سے ہمدردی نہیں کرتا۔ اس کا خدا کی محبت کا دعویٰ جھوٹا دعویٰ ہے۔ ہمارے لوگوں میں جو اس محبت و اخلاص و ہمدردی کی کمی ہے میرے خیال میں وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے ہے کہ وہ اس کو دنیاوی فعل سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ دنیاوی فعل نہیں ہے بلکہ دین ہے۔

مجھے ابھی شکایت کا رقعہ پہنچا ہے۔ کہ ایک شخص کے گھر چور گئے۔ اتنا شور پڑا کہ باغ تک اس کی آواز گئی۔ ہندو تک جمع ہو گئے۔ غیر احمدی بھی پہنچ گئے۔ لیکن احمدی صرف چار شخص گئے۔ میری طبیعت اس رات خراب تھی۔ میری بیوی نے صبح کو بتایا کہ ایسا واقعہ ہوا تھا۔ مَیں نے اس کو ڈانٹا کہ تم نے مجھے کیوں نہ جگایا۔ یہ ایک بہت گری ہوئی بات ہے۔ اور ایک جھوٹا خیال ہے کہ دوسرے کی تکلیف کو دوسرے کی ہی تکلیف سمجھا جائے۔ اور یہ خدا کی محبت کے منافی ہے مسلمانوں کو اسی بات نے تباہ کیا۔ ایک مسلمان سلطنت کو جب تباہ کرنا چاہا تو دوسروں کو کہدیا کہ ہمارے آپ کے تعلقات دوستانہ ہیں۔ مگر فلاں سلطنت خراب ہے۔ ذرا اس کی خبر لے لیں۔ دوسرے مسلمان خاموش بیٹھے رہے کہ ہمارے تو یہ لوگ دوست ہی ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یکے بعد دیگرے تمام سلطنتیں تباہ ہو گئیں۔ عیسائیوں میں یہ بات نہیں۔ ایک سلطنت کے کوئی خلاف ہو جھٹ اس کے خلاف تمام سلطنتیں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ پھر نہ صرف حکومت۔ بلکہ اگر کسی عیسائی کے

کے ساتھ بھی جھگڑا ہو۔ جو کسی دوسری سلطنت میں رہتا ہو۔ تو سلطنتیں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ مذہبی حمیت ہوتی ہے۔ وہ لوگ اس کو محض انسانی ہمدردی قرار دیتے ہیں، مگر جب افریقہ کے وحشیوں پر ظلم ہوں تو انسانیت کا خیال پیدا نہیں ہوتا اور کہدیا جاتا ہے کہ یہ تمدن کا فرق ہے۔ اور وہ لوگ ایسا کرنے پر مجبور تھے، لیکن درحقیقت وہ عیسائیت کا رشتہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کی مدد نہ کر کے اپنی تمام سلطنتوں کو کھو دیا۔ ان لوگوں کے لیے جو نتیجہ نکلا۔ وہ طبعی تھا۔ کیونکہ ان کے آپس میں سخت فساد و اختلاف تھے۔ اور بیرونی دشمن تاک میں تھے۔ اور کوئی سنبھالنے والا نہ تھا۔ اور ان کے دل کفر میں مبتلا تھے۔ لیکن تم وہ ہو جو کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ واقعہ میں اگر تم اسی مقام پر کھڑے ہو۔ جس پر کھڑے ہونے کے مدعی ہو۔ تو اسلام تمہیں میں ہے۔ پس اگر تم میں بھی وہ بے حمیتی اور ہمدردی کا فقدان اور عدم محبت ہو تو پھر کتنے افسوس کی بات ہے۔ اگر تم انہیں کا رویہ اختیار کرو گے۔ تو غور کر لو کہ جب زیادہ کو تباہ کر دیا گیا تو تم جو چند لاکھ ہو۔ تمہارا تباہ کرنا کونسا مشکل کام ہے اور تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنی بیٹی کا ایک جگہ بیاہ کرنا چاہا، لیکن بعد میں رشتہ کرنا ناپسند ہوا۔ اس لیے تدبیر کرنے لگا کہ کسی طرح یہ رشتہ نہ ہو۔ وزراء سے مشورہ کیا کہ کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیئے۔ وزراء نے کہا کہ لڑکے کے باپ بادشاہ سے یہ شرط کرنی چاہیئے کہ برات میں تمام جوان ہی جوان ہوں لڑکے والوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ جب برات روانہ ہونے لگی۔ تو لڑکے کے باپ کے وزیر نے کہا کہ مجھے کسی نہ کسی طرح ضرور بھیجدو۔ کہ میں کام آؤں گا۔ آخر اس وزیر کو چھپا کر لے گئے۔ لڑکی والوں کی طرف سے وہاں پہنچتے ہی یہ نئی شرط پیش ہوئی کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکرا کھاتے۔ تو ہم لڑکی دینگے۔ لوگ حیران ہوتے۔ کہ اب کیا کریں۔ آخر اس بوڑھے کی طرف متوجہ ہوتے۔ بوڑھے نے کہا کہ تم کہو۔ ہم بایں شرط اس شرط کو پورا کرتے ہیں کہ تم ایک ایک بکرا ذبح کر کے لاتے جاؤ۔ اس طرح انھوں نے سب بکرے کھا لیے اور لڑکی بیاہ لے گئے۔ تو ہماری مثال بھی ایسی ہی ہے کہ اگر ہماری تمام جماعت ایک جگہ ہوتی۔ تب بھی البتہ ایک بات تھی، لیکن اب تو حالت اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ مختلف جگہوں میں پھیلے ہوتے ہیں۔ پس اس پراگندگی پر پھر کیا حیثیت ہے۔ یہی حیثیت ہے جیسی ایک بکرے کی ایک برات کے سامنے۔

ہماری جماعت مختلف جگہوں میں پھیلی ہوتی ہے۔ اس کی تباہی اس صورت میں کچھ بھی مشکل نہیں۔ اگر اسکے افراد میں آپس میں محبت و ارتباط نہ ہو۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی نصرت ہے کہ باوجود مختلف

مقامات پر پھیلے ہونے کے جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اگر آپس میں محبت و اخلاص اور ہمدردی نہ ہو۔ تو پھر جماعت کیسے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اگر ہمسائے میں چوری ہو اور دوسرا آرام سے سوتا ہے کہ میرے گھر میں تو نہیں ہوئی، تو اس کی بھی خیر نہیں یا اگر کسی کے گھر میں آگ لگے۔ اور دوسرا اس خیال کی بناء پر مطمئن ہو جائے کہ میرے گھر میں تو آگ نہیں لگی ہوئی۔ تو اس کا یہ اطمینان جھوٹا اطمینان ہو گا، کیونکہ آگ ہمسائے کے مکان کو جلا کر اس کے مکان تک پہنچے گی۔

پس افراد کی مصیبت جماعت کی مصیبت ہوتی ہے۔ کیونکہ افراد سے ہی جماعت بنتی ہے۔ اگر افراد کی عزت ہو گی اور افراد اچھی حالت میں ہوں گے۔ تو جماعت بھی اچھی حالت میں ہو گی۔ آج دنیا میں عیسائی بادشاہ ہیں۔ ایک چوہڑا جو عیسائی ہو جاتا ہے وہ بھی فخر یہ کہتا ہے کہ میں عیسائی ہوں۔ جن جگہوں میں ہندو زیادہ ہیں۔ وہاں ہندو معزز و محترم ہیں اور مسلمان جہاں زیادہ ہیں۔ وہاں مسلمانوں کی اچھی حالت ہے۔ غلبہ افراد کے ذریعہ ہی ہوا کرتا ہے۔ اگر افراد میں یکجہتی نہ ہو۔ تو پھر جماعت میں بھی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر افراد کی مصیبت کو انہی افراد کی مصیبت خیال کیا جائے تو پھر اس طرح دشمن کو غلبہ پانے کے لیے بہترین موقع مل جاتا ہے۔ کہتے ہیں کسی شخص کے باغ میں تین شخص ایک مولوی ایک سید اور ایک اور عام آدمی مل کر چوری کرنے گئے۔ وہاں انہوں نے خوب باغ میں تباہی ڈالی۔ اتنے میں باغ کا مالک آیا۔ اس نے مقابلہ ظاہراً مناسب نہ جان کر ان سے کہا کہ حضور خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگ یہاں تشریف لائے۔ بھلا کہاں ہماری قسمت کہ آپ سے بزرگ یہاں آتے۔ یہ باغ تو کیا ہے۔ اگر اور بھی کوئی چیز میرے پاس ہوتی۔ تو میں وہ بھی آپ پر نثار کر دیتا۔ وہ بہت خوش ہوئے تھوڑی دیر کے بعد اس نے مولوی کو مخاطب کیا، اور کہا جناب مولوی صاحب! آپ تو رسولِ کریمؐ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ اور حضرت سید صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہیں۔ اگر آپ دونوں نے باغ کی اشیاء کو استعمال کیا۔ تو یہ آپ کا حق تھا، لیکن یہ جو تیسرا شخص ہے۔ اس کو کیا حق حاصل تھا، کہ میرے باغ میں تباہی ڈالتا۔ مولوی صاحب نے فرمایا، کہ واقعی اس شخص نے غلطی کی ہے اور واجب سزا ہے۔ باغ والے نے کہا کہ آپ میری مدد کریں۔ چنانچہ اس کو پکڑ لیا اور دونوں مولوی اور سید نے اس کو مدد دی اور اس شخص کو خوب مارا۔ اور درخت سے باندھ دیا اسی طرح تھوڑی دیر کے بعد سید کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں۔ اس لیے اگر آپ نے باغ میں سے کچھ کھایا تو آپ کا حق تھا، لیکن یہ مولوی کہلا کر اور دین کے علوم پڑھ کر دوسروں کی چیزوں کو خراب کرنے والا کون تھا۔ سید صاحب پھول گئے۔ باغ والے

نے کہا کہ آپ میری مدد کریں۔ چنانچہ مولوی صاحب کو پکڑا اور خوب مارا اور درخت سے باندھ دیا۔ آخر سید صاحب کو اس نے پکڑا کہ تم کیسے سید اور آل رسول ہو کہ لوگوں کی چیزیں لوٹ رہے ہو۔ اس کو پکڑا اور مارنے لگا، وہ بہت منت سماجت کرنے لگا، مگر اُس نے نہ چھوڑا اور کہا کہ یہ بات تجھے پہلے سوچنی چاہیئے تھی۔ جب تیرے پہلے ساتھی پر مصیبت آئی تھی۔

پس اگر ایک کی مصیبت کو اسی شخص کی مصیبت خیال کیا جائے تو جماعت بہت جلد ہلاک کی جا سکتی ہے، لیکن چاہیئے یہ کہ اگر ایک پر آفت آئے تو سب بے چین ہو کر اس کی مدد کے لیے دوڑیں پھر دشمن قابو سے نہیں بچ سکتا۔ اور اسی طریق سے محبت و اخلاص اور ایمان و تقویٰ اور تعلق باللہ بڑھ سکتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دشمن ایک ایک کر کے سب کو کھا جائیں گے۔ بے تعلقی ادنیٰ درجہ ہے۔ اس سے ترقی کرو اور محبت و اخلاص بڑھاؤ۔ جب اخلاص میں ترقی ہوگی۔ تو ایمان میں بھی ترقی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء)